دنیا بھر کے احمدی رشدی کی شیطانی کتاب کے خلاف اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳/ مارچ ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ خطبے میں میں نے سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار کیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ بعض ایسے اہم بنیادی سوال ہیں جن کی طرف توجہ مبذول کرنی ضروری ہے۔

مغربی دنیا میں سب سے اہم سوال جو اس وقت زیر بحث ہے وہ انسانی ضمیر اور انسانی بیان اور انسانی قلم کی آزادی ہے اور وہ تمام تر توجہ سلمان رشدی کی کتاب کے غلیظ حصوں سے ہٹا کر اس بنیادی اصول کی طرف مبذول کروا رہے ہیں۔ گویا کہ دراصل مسلمانوں اور عیسائیوں یا مغربی طاقتوں اور مسلمان مشرقی دنیا کے درمیان دراصل بحث یہی ہے کہ کیا انسانی ضمیر کو آزادی ملنی چاہئے یا نہیں؟ کیا انسان کو قول اور فعل اور قلم کی آزادی نصیب ہونی چاہئے یا نہیں؟

جہاں تک مقدس بزرگوں کی بے حرمتی کا تعلق ہے یا خود خدا کے تقدس پر حملہ کرنے کا بھی تعلق ہے قرآن کریم میں اس سلسلے میں بڑی واضح اور کھلی ہوئی غیر مبہم تعلیم موجود ہے۔ یہ وقت تھا کہ مسلمان اس تعلیم کو خوب کھول کر تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے اور بتاتے کہ ایسی صورت میں قرآن کریم ہمیں کیا ہدایت دیتا ہے۔ اس کی بجائے جس قسم کے مظاہرے شروع کئے گئے یا جس قسم کے

فتوے جاری کئے گئے انہوں نے اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کئے اور اسلام کو پہلے سے بھی بڑھ کر بھیانک شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع عطا کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآنی تعلیم سے متعلق میں جماعت کو بھی مطلع کرنا چاہتا ہوں اور جماعت کی وساطت سے چاہتا ہوں کہ سب دنیا کے سامنے قرآنی تعلیم کے ان بنیادی حصوں کو خوب کھول کر پیش کیا جائے اور بتایا جائے کہ مقدس بزرگوں کی بے حرمتی ہو یا خدا تعالیٰ کی بے حرمتی ہو اس سلسلہ میں قرآن کریم نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے اور کیا تہذیب سکھائی ہے۔

قرآن کریم کی تین آیات کا میں نے اس موقع پر انتخاب کیا ہے۔ ایک ہے:

وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (الکہف ۵ تا ۷)

ان آیات میں جو سورۃ کہف کی پانچویں تا ساتویں آیات ہیں ان میں خدا تعالیٰ نے یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے تقدس پر بہت بڑا حملہ کیا ہے اور وہ حملہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف ایک ایسا بیٹا منسوب کیا جو ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ دیومالائی مذاہب میں اس قسم کے تصورات ملتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے بہت سے بیٹے ہیں لیکن وہ بیٹے انسانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئے بیان نہیں کئے جاتے ہیں الا ماشاء اللہ ۔ یا اگر کئے جاتے تھے تو وہ ایک تاریخ کا حصہ بن چکے تھے لیکن عیسائی مذہب کا یہ عقیدہ جس نے دنیا میں پھیلنا تھا اور دنیا میں ایک بہت ہی وسیع اثر رسوخ پیدا کرنا تھا۔ اس گستاخی کو اپنے رسوخ کے ساتھ ہر جگہ پھیلاتا چلا جاتا اس لئے قرآن کریم نے اس کا بہت سختی سے نوٹس لیا۔ فرمایا کہ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ تم تصور نہیں کر سکتے بہت ہی بڑی بات جو انہوں نے خدا کی گستاخی کی ہے کوئی معمولی گستاخی نہیں ۔ خدا تعالیٰ کی طرف درحقیقت ازدواجی تعلقات منسوب کئے جا رہے ہیں۔ چونکہ ایک انسان، خدا کا بیٹا، عورت کے بطن سے خدا کا بیٹا اس کے سوا کوئی تصور پیدا نہ کرتا لیکن اس

کے ساتھ یہ تو فرمایا اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا کہ جھوٹ کے سوا وہ کچھ نہیں کہتے۔ مگر ان کی کوئی سزا تجویز نہ فرمائی۔ پس سب سے بڑا تقدس تو خدا کی ذات کا تقدس ہے۔ اس کے متعلق انتہائی گستاخی کا کلمہ قرآن کریم میں مذکور کرنے کے باجود پھر اس کی سزا تجویز نہ کرنا یہ بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے نتیجے میں انسان کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ خدا کے تقدس پر حملے کے نتیجے میں اس کو کوئی دنیاوی سزا دے۔ تو انسان کا کیا ردعمل ہونا چاہئے؟ اس کے لئے آپ نے اس ردعمل کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ردعمل کے طور پر بیان فرما دیا۔ فرمایا فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا کہ اگر یہ تیری باتیں سن کر نصیحت نہ پکڑیں تیری ان باتوں کے متعلق ایمان نہ لائیں تو خدا کی اس عظیم گستاخی پر جو یہ کر رہے ہیں کیا تو اتنا دکھ محسوس کرے گا کہ اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ پس ردّ عمل جو بیان فرمایا گیا اس سے زیادہ قابل اعتماد اور تقلید کے قابل اور کوئی ردّ عمل نہیں ہو سکتا اور وہ دل کا دکھ ہے اور دکھ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے وہ صالح اعمال ہیں جو اسلام کی طرف حملہ کرنے والوں کا ہر میدان میں دفاع کرتے ہیں اور عمل صالح کا در حقیقت دل کے دکھ اور دل کے خلوص سے گہرا تعلق ہے پس یہ پھر عظیم الشان عالمی جدوجہد جو عیسائیت کے خلاف یا ان مذاہب کے بدعقائد کے خلاف حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جاری فرمائی اس کا اس دکھ سے گہرا تعلق ہے۔

دوسرا گستاخی کا ایک نمونہ قرآن کریم نے خود عیسائیوں سے تعلق رکھنے کے سلسلے میں پیش کیا لیکن اس کا حملہ خدا پر نہیں بلکہ خود ان عیسائیوں پر تھا۔ عجیب ہے خدا کی شان اور فصاحت و بلاغت قرآن کریم کی کہ یہ دونوں نمونے عیسائیت سے تعلق رکھنے والے پیش کئے گئے ہیں۔ ایک میں عیسائیت خدا کے تقدس پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ دوسرے میں عظیم عیسائیت کے دشمن حضرت مسیح اور حضرت مریمؑ کے تقدس پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور واقعہ ایک ہی ہے جس کی بناء پر یہ دونوں کہانیاں بنائی گئی ہیں۔ یہ بھی غلط اور وہ بھی غلط۔ خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونا بھی غلط اور حضرت مسیح کا نعوذ باللہ غیر قانونی ولادت ہونا بھی غلط۔ اس دوسرے کفر کا اور دوسری گستاخی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبِكُفۡرِهِمۡ وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰی مَرۡیَمَ بُهۡتَانًا عَظِیۡمًا ﴿۱۵۷﴾ (النساء:۱۵۷) کہ خدا تعالیٰ نے جو یہود پر لعنت ڈالی ہے اس لعنت کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں

نے حضرت مریمؑ پر بہت ہی بڑا بہتان باندھا ہے اور اس بہتان کے نتیجے میں حضرت مریم جو حضرت مسیحؑ کی والدہ تھیں اور عیسائیوں کے نزدیک بہت ہی زیادہ عزت کے لائق ہیں۔ ان کی ذات پر نہایت ناپاک حملہ کیا گیا ہے اور اس مزعومہ خدا کے بیٹے کی ذات پر بھی حملہ کیا جو دراصل مقدس وجود تھا اور خدا تعالیٰ کا ایک سچا رسول تھا۔

تو کتنا عظیم الشان قرآن کریم کا علم کلام ہے کہ یہ کہنے کی بجائے کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی ذات پر حملہ کیا ہے اس لئے تم ان پر حملے کرو اور ان کو تکلیفیں پہنچاؤ اور ان کے دلوں کو دکھ دو۔ عیسائیوں کے دلوں کو دکھ دینے والوں کے خلاف آواز بلند کی اور فرمایا کہ کچھ ایسے ظالم ہیں جو خدا پر حملے کر رہے ہیں اور کچھ ایسے ظالم ہیں جو خدا پر حملے کرنے والوں پر حملے کر رہے ہیں۔ وہ دونوں حملے ناجائز ہیں اور دونوں حملے ناپاک ہیں اور سچائی کا یہ فرض ہے کہ ہر جگہ جہاں جھوٹ اور باطل نظر آئے وہاں وہ اس کے خلاف جہاد کا علم بلند کرے۔ پس یہ ہے قرآنی تعلیم اور ان دونوں جگہ میں آپ کو کہیں یہ مضمون دکھائی نہیں دے گا کہ چونکہ عیسائی خدا کی گستاخی کرتے ہیں اس لئے نیاموں سے تلواریں نکالو اور ان کے اوپر حملہ آور ہو جاؤ اور ان کے سرتن سے جدا کر دو یا یہودی عیسائیوں کے مقدس وجودوں اور خود تمہارے مقدس وجودوں کی گستاخی کرتے ہیں اس لئے تم اٹھو اور ان کے خلاف تلواریں نکالو اور ان پر حملہ آور ہو اور انہیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دو، ان سے زندہ رہنے کا حق چھین لو کیونکہ انہوں نے ان وجودوں کے خلاف گستاخی کی ہے جن سے تم محبت کرتے ہو۔ جن کا تقدس تمہارے دل میں ہے۔

پھر تیسری ایک آیت میں قرآن کریم نے اس مضمون کی ایک عمومی شکل پیش فرمائی اور ایک غیرت مند مسلمان کے ردّعمل کا ذکر فرمایا۔ یہ دو آیات ہیں جن میں ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے۔ ایک آیت سورۃ نساء آیت ۱۴۱۔ اس میں فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝

اور خدا تعالیٰ نے تم پر اس کتاب میں یہ حکم نازل فرمادیا ہے۔ بڑا ہی پُر شوکت اور پُر زور کلام ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کتاب میں جو احکام کی کتاب ہے مسلمانوں کے لئے یہ حکم نازل فرما دیا ہے کہ جب بھی تم خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار ہوتا ہوا سُنو یا دیکھو کہ خدا تعالیٰ کی آیات سے تمسخر کیا جا رہا ہے جیسا کہ بعینہٖ اس وقت سلمان رشدی کی کتاب کا معاملہ ہے تو کیا کرو؟ کیا یہ کرو کہ اس کے قتل کے فتوے دو یا معصوم اور لاعلم مسلمانوں کو بازاروں میں نکال کر گولیوں کا کونشانہ بناؤ؟ ہرگز نہیں۔ فرمایا ایسی صورت میں تمہارے لئے یہ ردّ عمل مقرر ہے۔ فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ کہ ان کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھو لیکن ہمیشہ کی قطع تعلقی پھر بھی نہیں کرنی اگر وہ نصیحت پکڑ جائیں اور ان شرارتوں سے، ان دکھ کی باتوں سے باز آجائیں تو اس کے بعد پھر تم ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو لیکن جب تک وہ اس ذلیل طرز عمل پر قائم ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاکیزہ آیات کی گستاخی کرتے ہیں اور تمسخر سے کام لیتے ہیں تمہیں ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ بیٹھنے کی اجازت نہ دینا اپنی ذات میں ایک بہت بڑا حکیمانہ حکم ہے۔ کیونکہ اس کے دو نتیجے نکل سکتے ہیں۔ یا تو کچھ کمزور طبیعتیں اپنے پیاروں کے خلاف باتیں سن کر مشتعل ہو جاتی ہیں اور قوانین اور احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر پھر بعض دفعہ ایسے ظالموں کو قتل تک کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ تو دنیا میں اس سے ہر طرف فساد پھیل سکتا ہے دوسرے اپنی غیرت پر حملہ ہوتا ہے اور اگر انسان بیٹھا رہے اور ایسی باتیں سنتا رہے تو اس کی بے غیرتی اس کے ایمان کو ضائع کر سکتی ہے۔ پس دونوں صورتوں میں ہلاکتیں ہے۔ پس کیسی اعلیٰ اور مہذبانہ تعلیم ہے اور کیسے انسان کا نفس یا انسان کے نفس سے دوسروں کے نفوس کی حفاظت کرتی ہے کہ جب یہ فرمایا جب تم ایسی باتیں گستاخانہ سنو تو ایسی مجالس سے اُٹھ آیا کرو اور مزید نہیں بیٹھا کرو اور جہاں تک ان کی سزا کا تعلق ہے وہ خدا پر چھوڑو۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا۔ خدا تعالیٰ منافقوں کو بھی اور کافروں کو بھی سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام: ۶۹، ۷۰)

فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں بے لگام باتیں کرتے ہیں، بہکی ہوئی، ایسی باتیں جن کا نہ سر ہے نہ پیر ہے اور يَخُوْضُوْنَ کے اندر ہر قسم کا تمسخر، ہر قسم کا مذاق، ہر قسم کی لغو باتیں شامل ہیں۔ تو فرمایا اگر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تلواریں نکال کر ان کے قتل کے درپے نہ ہو جاؤ بلکہ ان سے الگ ہو جاؤ ان سے بے تعلقی اختیار کر لو حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں پھر یہ شرط لگا دی کہ مستقل بے تعلقی اور مستقل بائیکاٹ کا حکم نہیں ہے بلکہ جب تک شریر اپنی شرارت پر قائم ہے اس وقت تک اس سے قطع تعلقی کرو۔ ہاں جب وہ دوسری باتوں میں بہکنے لگے تو پھر ان کو بہکنے دو۔ دنیاوی باتوں میں وہ لوگ لغو باتیں کرتے ہی رہتے ہیں لیکن تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں اس معاملے میں۔ ہاں دینی معاملہ میں تمہارا غیرت دکھانا فرض ہے اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان سے الگ ہو جاؤ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اگر تمہیں شیطان بھلا دے پھر اس کے بعد، اس نصیحت کے بعد تم نے ظالموں کے ساتھ کبھی بھی نہیں بیٹھنا۔ یہاں وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ سے پھر کیا مراد ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کمزور طبیعتیں جو ان لغو باتوں کو سن کر زخمی ہو جاتی ہیں اور متاثر ہو جاتی ہیں ان کو بعد میں بھی ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں کیونکہ رفتہ رفتہ پھر ان کا ایمان بالکل ضائع ہو سکتا ہے۔ دلائل سے بھاگنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ تمسخر اور ذلیل باتوں سے بھاگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یعنی علیحدہ ہونے کی تعلیم دی گئی ہے اور جہاں تک ایسے لوگوں کے ساتھ سختی کرنے کا تعلق ہے یا ان کی زبانوں کو لگامیں دینے کا تعلق ہے اس کے متعلق قرآن کریم کی اگلی آیت یعنی اس کے معاً بعد یہ فرماتی ہے وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ کہ یاد رکھو وہ لوگ جو خدا کا تقویٰ اختیار

کرتے ہیں۔ ایسے بدکاروں اور بے لگام لوگوں کا حساب ان سے نہیں لیا جائے گا۔ان کے اوپر کوئی حرف نہیں، وہ ہرگز ذمہ دار نہیں ہیں کہ یہ لوگ کیسی کیسی شیطانی باتیں کرتے ہیں تو جب ذمہ واری تمہاری نہیں ہے، جب تم سے حساب نہیں لیا جائے گا تو پھر تم کیوں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہو۔ وَلٰكِنْ ذِكْرٰى ہاں ایک فرض تمہارا ضرور ہے کہ نصیحت کرو اور نصائح کے ذریعے ان کو سمجھانے کی جو کوشش ممکن ہو اختیار کرو۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ہوسکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

پس جن کو قتل کرنے کا حکم ہو ان کے متعلق کہاں سے کہا جاسکتا ہے کہ نصیحت کرو ہوسکتا ہے وہ تقویٰ اختیار کریں۔ انہیں تین آیات میں یا چار آیات میں نہیں قرآن کریم میں جہاں بھی آپ اس مضمون کو براہ راست یا اشارۃً موجود پائیں گے وہاں کسی ایک جگہ بھی انسان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ خدا یا خدا کے برگزیدہ بندوں کی گستاخی کرنے کے جرم میں ایسے لوگوں کو خود سزائیں دیں بلکہ سزا کا معاملہ خدا تعالیٰ نے کلیۃً اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور بار بار کھول کر یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ نے جو یہ طریق اختیار فرمایا اس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ امن عالم کا انحصار اس بات پر ہے، انسانی سوسائٹی میں امن قائم کرنے اور فساد کے خطروں کو دور کرنے کے لئے یہ تعلیم نہایت ضروری تھی۔ وجہ یہ ہے کہ جہاں تک تقدس کا تعلق ہے اس کے تصورات مختلف قوموں میں مختلف ہیں اور ہر قوم نے اپنے ذہن میں کچھ مقدس وجود بنا رکھے ہیں اور جہاں تک ان مقدس وجودوں کا تعلق ہے ان کے اوپر حملے کا تصور بھی جدا جدا ہے بعض جگہ تنگ نظری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے مقدس وجود کا تم نے نام لیا تو یہ بھی ان کی تذلیل اور ان کی گستاخی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہر انسان کو اپنے ذہن کے مطابق مقدس وجود کی بے حرمتی پر قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتا تو ساری دنیا میں ہر طرف فساد پھیل جاتا۔ کوئی دنیا کا ایسا انسان نہیں جس کے مذہب کی رو سے کسی دوسرے مذہب پر کوئی حملہ نہ ہوتا ہو اور بعض ایسے مذاہب ہیں جو اپنے احساسات میں اتنے تیز ہیں کہ حملہ نہ بھی ہو تو حملے کا تصور کر لیتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے انسانی سوسائٹی کو فساد سے بچانے کی خاطر یہ بین الاقوامی تعلیم دی اور یہ بین الاقوامی تعلیم آپ کو دنیا کے کسی اور مذہب میں نظر نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ کوئی اور مذہب بین الاقوامی نہیں تھا اور نہ ہے اور اسی مذہب کو یہ تعلیم عطا ہونی تھی، اسی کو عطا ہوئی جس کو تمام عالم کے لئے بھجوایا گیا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ ان تعلیمات کو

کھول کھول کر مغربی اور عیسائی دنیا کے سامنے رکھا جاتا اور بتایا جاتا کہ تم ہمیں کیا تہذیب سکھانے لگے ہو تم تو خوشہ چین ہو اسلام کے اور ساری تعلیم کے نہیں صرف چند حصوں کے جن باتوں کو تم نے آج اپنے زعم میں ترقی یافتہ زمانے میں جا کر ایک ترقی یافتہ تحریک کی صورت میں پایا ہے قرآن کریم کی تعلیم کے لحاظ سے اس میں بہت بہت رخنے موجود ہیں اور تمہاری تعلیم ناقص ہے اور جو کچھ تم بتا رہے ہو یہ اچھا ہے وہ پہلے سے اسلام میں موجود ہے اور جو تمہارے پاس نہیں ہے وہ بھی اسلام میں موجود ہے اور تمہاری تہذیب کے نام پر جو تم نے اصول پیش کئے ہیں ان میں جو رخنے ہیں ان کی بھی قرآن کریم نے نشاندہی فرما دی ہے۔

پس بنیادی بات یہی ہے کہ قرآن کریم دو دائروں کو الگ الگ کرتا ہے۔ جسمانی دائرے کو الگ کرتا ہے اور کلام کے دائرے کو الگ کرتا ہے۔ جو حملے جسمانی دائرے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا جسمانی جواب دینے کی اجازت دیتا ہے۔ جو حملے کلام کے دائرے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کلام کے ذریعے جواب دینے کی اجازت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بدکلامی کرتا ہے یعنی عام دنیا میں خدا اور مقدس وجودوں کی بات نہیں، عام دنیا میں کسی انسان کے تعلق والے کے خلاف اس کے سامنے بدکلامی کرتا ہے تو عدل کی اعلیٰ تعلیم کے نقطہ نگاہ سے فرماتا ہے کہ ایسا مظلوم اگر بے قابو ہو جائے اور کلام کے ذریعے ویسی بات کرے جو ناپسندیدہ بات ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حرف نہیں لیکن وہاں پر یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے مقابل پر ہتھیار نکال لے اور اس کے قتل کے درپے ہو جائے یا اسے کوئی جسمانی سزا دے۔

پس یہ دو الگ الگ دائرے ہیں۔ جہاں حملہ تلوار سے کیا گیا ہے وہاں تلوار سے جواب دینے کا مسلمان کو حق ہے بلکہ بعض صورتوں میں فرض ہو جاتا ہے اور جہاں زبان سے یا قلم سے حملہ کیا گیا ہے وہاں زبان اور قلم سے جواب دینے کا نہ صرف حق ہے بلکہ فرض بھی ہو جاتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ مغربی دنیا اسلام کو ایک قدیم جاہلانہ مذہب بنا کر دنیا کو دکھائے اگر زبان سے اس حملے کا جواب دیا جاتا اور قرآن کریم کے دیئے ہوئے ہتھیاروں کو عمدگی سے استعمال کرتے ہوئے جوابی حملے کئے جاتے تو یہ ساری بازی الٹ سکتی تھی۔ یہ جو جنگ ہے اس میں حکمت چاہئے اور حکمت تو عام مادی جنگوں میں یعنی تلوار کی جنگوں میں بھی چاہئے لیکن خصوصیت سے کلام کی جنگ میں حکمت کا بڑا گہرا

تعلق ہے۔ اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت تھی کہ مغرب کے پاس کون سے ہتھیار ہیں جن کے ذریعے وہ آج اسلام پر حملہ آور ہوا ہو۔ ہم کیوں ان ہتھیاروں سے ان پر جوابی حملہ نہیں کر سکتے؟ جہاں تک گستاخی کا تعلق ہے وہ ہم نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وجود جوان کے ہاں مقدس ہے وہ ہمارے ہاں بھی مقدس ہیں۔ اس لئے بڑی یک طرفہ سی جنگ بن جاتی ہے اور غیر متوازن جنگ بن جاتی ہیں۔ اگر وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات پر حملے کرتے ہیں تو فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا مضمون تو ہم پر صادر ہوتا ہے لیکن جوابی حملہ کرنے کی کوئی جا نہیں پاتے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ اسی طرح ہمارے لئے مقدس ہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے زیادہ مقدس ہیں جس طرح عیسائیوں کے نزدیک ہیں۔

اور حضرت مسیحؑ اپنی حقیقی شان میں ہم پر زیادہ روشن ہیں، ہم ان کی زیادہ معرفت رکھتے ہیں جو ایک عیسائی دنیا کے تصوراتی مسیح کے۔ پس یہاں ایک غیر متوازن جنگ میں اور بھی زیادہ حکمت کی ضرورت ہے۔ آخر کس طرح ان باتوں کا جواب دیا جائے؟ پہلی بات تو یہ ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں جماعت کو نصیحت کی تھی کہ اگر چہ یہ کتاب پڑھنا ایک شدید روحانی اذیت ہے لیکن بعض محققین اگر جواب دینے کی خاطر اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ان کی مجبوری ہے۔ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۖ والا مضمون یہاں اس غرض سے اطلاق نہیں پاتا کہ یہاں عالم اسلام کے دفاع کے لئے اور اسلام کے روحانی جہان کے دفاع کے لئے ایک کارروائی، ایک تکلیف دہ کارروائی ضروری ہے۔ جب میدان جنگ میں آپ جاتے ہیں تو چرکے بھی لگتے ہیں، آپ زخم بھی کھاتے ہیں، جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں مگر مجبوری ہے۔ پس اس تکلیف کو خدا کی خاطر برداشت کرنا پڑے گا اور بعض علماء کو خصوصیت سے اس کتاب کا مطالعہ کر کے اس کا تجزیہ کرنا پڑے گا، ہر قسم کے الزامات کو الگ الگ کرنا ہوگا، تاریخ اسلام کے حوالوں سے دیکھنا ہوگا کہ آیا کسی الزام کی کوئی بنیاد موجود ہے یا نہیں؟ خواہ وہ کتنی ہی کمزور بنیاد کیوں نہ ہو اور کون سے الزامات ایسے ہیں جو محض فرضی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں اور اس طرح ایک سلسلہ مضامین دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہونا شروع ہو جانا چاہئے۔ جس میں اس گندی کتاب کے ناپاک حملوں کو عقلی لحاظ سے اور حکمت کے لحاظ سے ردّ کر کے دکھایا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ تم جھوٹے اور بددیانت لوگ

ہو اور سوائے دکھ پہنچانے کے تمہارا اور کوئی بھی مقصد نہیں ان حملوں میں۔ چنانچہ وہ تہذیب کا جو لبادہ انہوں نے اوڑھا ہوا ہے وہ تہذیب جو دراصل اسلام نے سکھائی ہے۔ اس کا سارا لبادہ انہوں نے نہیں اوڑھا لیکن کسی نے ٹوپی اوڑھ رکھی ہے، کسی نے پاجامہ پہن رکھا ہے، کسی نے اور کوئی لباس کا ٹکڑا لیا ہوا ہے اور سارے اسلامی تعلیم کے خوشہ چین ہونے کے باوجود جگہ جگہ سے ننگے بدن بھی ہیں۔ اس لئے پورے اسلامی فاخرانہ لباس میں ملبوس ہو کر اسلامی تقویٰ کے لباس پوری طرح اوڑھ کر اور پہن کر اور زیب تن کر کے پھر آپ اس میدان میں مقابلے کے لئے نکلیں اور پھر دیکھیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ کس طرح دشمنوں کو ہر حملے میں ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

دوسرا پہلو وہ جو ایسا ہے جو زیادہ تر حکومتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی حکومتوں کو ایسے موقع پر غیرت دکھانی چاہئے اور ناپسندیدگی کا اس رنگ میں اظہار کرنا چاہئے کہ جس سے ان کو محسوس ہو کہ یہ قوم باغیرت ہے اور حملوں کو برداشت نہیں کرے گی لیکن اس کی ناپسندیدگی کا اظہار اس طریق پر ہے کہ ہم لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور دنیا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اس وقت جو ناپسندیدگی کا اظہار ہے یہ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھمانے والی بات ہے اور یہ دنیا کو اس کی وجہ سے دھوکہ دے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ روس تک پہنچ گئے ہیں، جاپان تک پہنچ گئے ہیں کہ خمینی نے جو قتل کا فتویٰ دیا ہے اس کے خلاف احتجاج کرو۔ یہ پہلی دفعہ شائد واقعہ ہوا ہے کہ قتل کا فتویٰ پر یہ دراصل مذہبی حیثیت کا فتویٰ ہے اور ایک ایسا فتویٰ ہے جس کی خود اس مذہب میں جس کی طرف وہ فتویٰ منسوب کیا جا رہا ہے کوئی بھی بنیاد نہیں مگر اس کے نتیجے میں یورپ کے بارہ ممالک نے اس ملک کا بائیکاٹ کر دیا اور صدر بش (Bush) کا اعلان آیا ہے کہ ہم پوری طرح یورپ کی پشت پناہی کرتے ہیں اس معاملے میں اور ان کے سفیروں نے روس پر بھی اثر ڈالا اور روس کو بھی اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ قطع تعلقی کر لے ایران سے، یہاں تک کہ ملائشیا پر بھی اپنے اقتصادی تعلقات کی بناء پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی کہ مسلمان ملک ہوتے ہوئے وہ خمینی کے خلاف ردّعمل دکھائیں اور اس فتوے کے نتیجے میں اپنے سفیر وہاں سے واپس بلوالیں۔ جاپان تک پہنچے اور جاپان کو بھی اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی گئی ایسی صورت میں جاپان اپنا سفیر ایران سے واپس بلوائے۔

تو یہ سارے اسلام کے خلاف ملکوں کا متحد ہو جانا اگرچہ سیاست کے نام پر ہے لیکن کوئی

آنکھ ایسی نہیں جو یہ پہچان نہ سکتی ہو کہ اس کے پیچھے درحقیقت اسلام سے نفرت کارفرما ہے یا ایران کی نفرت کارفرما ہے۔ تو اس نفرت نے جس طرح اپنا سر اُٹھایا ہے یہاں اس سر کے اٹھانے کے نتیجے میں اسلام کی طرف بھی حملہ ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی یوں کہہ لینا چاہئے کہ ایران کی نفرت اور اسلام کی نفرت نے گویا ایک اجتماع کر لیا ہے اور اگر ایران کے خلاف نفرت کا اظہار کریں اور دوست مسلمان ممالک پوچھیں تو اُن ممالک سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم اسلام کے خلاف بالکل نہیں ہیں ہم تو ایران سے اپنے بدلے اُتار رہے ہیں اور اگر دوسرے ممالک اپنے دوست ممالک بات کریں تو ان سے کہیں کہ دیکھیں ہم نے تو اسلام پر حملہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے ہی نہیں دیا۔

اور تیسرا اس طرز عمل کا فائدہ یہ اٹھایا انہوں نے کہ سلمان رشدی کی کتاب کی غلاظت سے توجہ اس رنگ میں ہٹائی کہ گویا یہ ثانوی سی بات ہے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، ایک معمولی بات ہے۔ اصل واقعہ تو یہ کہ سلمان رشدی کے خلاف قتل کا فتویٰ دے دیا گیا ہے اور مسلمان مظاہرے کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایران نے برطانیہ کو یہ پیشکش بھی کی کہ تم کھلم کھلا اس کتاب کو Condemn کرو۔ اس کے خلاف نفرت کا، مذمت کا اظہار کرو۔ تو پھر تو ہمارے تعلقات دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں۔ مگر انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ کتاب کی مذمت کا ہم اعلان نہیں کریں گے۔ یعنی تمام دنیا کو یہ کہہ رہے ہیں (یہاں آ کر بات کھل جاتی ہے) کہ دراصل اس موقع پر اصل جھگڑا یہ ہے کہ خمینی کے اس فتوے کے خلاف مذمت کا اظہار ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے؟ خمینی کے فتویٰ کے خلاف تمام دنیا کو مذمت کرنی چاہئے یہ ان کا مطالبہ ہے اور جب کہا جائے کہ جس خباثت کی وجہ سے خمینی نے یہ حرکت کی اس کی مذمت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو کہتے ہیں زبان کی اور قلم کی اور ضمیر کی آزادی ہے۔ اگر آزادی ہے تو مذمت کرتے ہوئے تمہاری زبانوں پر کیوں تالے پڑ جاتے ہیں۔ ایک بے حیائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور پھر اس کی مذمت نہیں کرتے۔

یہاں پہنچ کر اسلام کی دشمنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جو میں مضمون بیان کر رہا ہوں ایک فرضی الزام نہیں ہے جو ان پر عائد کیا جا رہا ہے۔ ان کا طرز عمل کھول کر بتا رہا ہے کہ محض سیاسی دشمنی نہیں ہے بلکہ اسلام کی دشمنی بھی اس ساری صورتحال میں کارفرما ہے۔ ایسی صورت میں ان سے کیا سلوک ہونا چاہئے؟ جس قسم کے ہتھیاروں سے کوئی دشمن حملہ کرتا ہے اسی قسم کے ہتھیاروں کا استعمال نہ صرف

قرآن کریم سے جائز ثابت ہے بلکہ ضروری ہو جاتا ہے۔

اس وقت کی مغربی دنیا کے ہاتھ میں دو بڑے ہتھیار ہیں جن کو یہ اپنے مدمقابل کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ ایک ہے عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں اور دوسرے کے خلاف استعمال کرنا اور دوسرا ہے اقتصادی دباؤ۔ چنانچہ جب بھی یہ کسی ملک کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہیں تو آپ پڑھتے ہوں گے کہ یونائیٹڈ نیشن (United Nation) نے، اقوام متحدہ وغیرہ میں یہ کوششیں کی جاتی ہے کہ اس کا اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے۔ یہ جو دو ہتھیار ہیں یہ ان کے نزدیک مہذب ہتھیار ہیں۔ ان کے خلاف آواز نہیں بلند کی جاسکتی۔ ان دو ہتھیاروں کو کیوں عالم اسلام استعمال نہیں کرتا۔ بجائے اس کے کہ معصوم، مظلوم مسلمانوں کو گلیوں میں نکال کر ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرواور ٹکڑے ٹکڑے کرو۔ جس دشمن نے حملہ کیا اس دشمن کے خلاف نبرد آزما ہو اور انہی ہتھیاروں کو اس کے خلاف استعمال کرو جن ہتھیاروں کو وہ خود استعمال کرنا جانتا ہے اور آج بھی استعمال کر رہا ہے۔

پس سلمان رشدی کی اس کتاب کے نتیجے میں جو عالمی رائے عامہ مسلمانوں کے حق میں ہو سکتی تھی ہمارے غلط ردعمل کے نتیجے میں وہ ساری عالمی رائے عامہ ان لوگوں کے حق میں ہوگئی ہے۔ یعنی ظلم کرنے والے بھی یہ ہیں اور مظلوم بننے والے بھی یہ ہیں۔ آج ساری دنیا ان کے پروپیگنڈے کی وجہ سے، ساری دنیا نہیں تو دنیا کا ایک کثیر حصہ اور طاقتور حصہ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ نتیجہ نکال رہا ہے کہ مسلمان ظالم ہیں اور مغربی ممالک مظلوم ہیں کیونکہ آزادی ضمیر کے جہاد کا معاملہ ہے اور اس معاملے میں مسلمان آزادی ضمیر کو کچلنے کے در پے ہیں جبکہ مغربی دنیا اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ اور کتاب کا گند اور غلاظت اور نا جائز حملہ اور ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے دلوں کے ٹکڑے اُڑا دینا ایسے ظالمانہ حملے سے، ان کے نزدیک اس چیز کی کوئی بھی اہمیت نہیں رہی۔ مسلمان ممالک کے پاس دولت ہے اور اگر وہ چاہیں تو اقتصادی حملے کے ذریعے بھی جواب دے سکتے ہیں اور رائے عامہ کے میدان میں بھی ان سے بڑی قوی جنگ لڑ سکتے ہیں۔ ایسے ایسے لکھنے والے یہاں موجود ہیں جن کو اگر ان کے وقت کی، ان کے قلم کی قیمت دی جائے اور بات سمجھائی جائے تو خود انہی کے اخبار ان کی آواز کو دبا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے مصنفین موجود ہیں مغربی دنیا میں جو

سمجھدار بھی۔ اگر عربوں کی تیل کی دنیا، ان لوگوں سے تعلق پیدا کرتی اور فوری طور پر جوابی کارروائی کے لئے ان کو لکھنے پر آمادہ کرتی اور اس معاملہ میں خرچ کرتی تو ہرگز بعید نہیں تھا کہ رائے عامہ کے میدان میں ایک دفاعی جنگ بڑی شدت کے ساتھ شروع ہو جاتی۔ کتابیں لکھوائی جاسکتی تھیں، اخباروں سے جو طاقتور اخبار ہیں ایسے تعلقات قائم کئے جاسکتے تھے اقتصادی دباؤ کے نتیجے میں کہ وہ اخبارات از خود مسلمانوں کے نقطہ نگاہ کو خوب عمدگی کے ساتھ، وضاحت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے۔ دنیا کے معاملات میں سیاست کے معاملات میں لوگ اخبارات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو خرید بھی لیتے ہیں اگر وہ تعاون نہ کریں۔ یہیں انگلستان کی بات ہے کہ اُنیسویں صدی کے آخر پر ۱۸۸۸ء یا اس کے لگ بھگ ایک پارسی، ہندوستان کے پارسی کو خیال آیا کہ میں انگلستان کی پارلیمنٹ کا ممبر بنوں چونکہ وہ بڑے اچھے مقرر اور بہت اچھے لکھنے والے اور انہی کی یونیورسٹیوں سے پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میرے علم سے متاثر ہو کر مجھے لوگ ووٹ دیں گے اور میں جیت جاؤں گا۔ اپنے متعلق ان کی یہ حسن ظنی درست تھی لیکن وہ وہم غلط تھا کہ یہ قوم ان کو یہ کرنے دے گی۔ کیونکہ آج کل تو ایسی باتیں عام ہیں لیکن اس زمانے میں یہ سوچنا کہ انگلستان کی پارلیمنٹ میں ایک ہندوستان کا کالا نمائندہ بن جائے یہ ایک بہت بعید کی بات تھی۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ جب انہوں نے اپنے الیکشن میں کھڑے ہونے کا اعلان کیا تو تمام اخبارات نے ان کی خبروں کا بائیکاٹ کر دیا۔ کوئی بھی خبر شائع نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ وہ بہت بڑا دولت مند گھر تھا۔ یعنی پارسیوں کا جو گھر تھا مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں لیکن بہت دولت مند لوگ تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انگلستان کا سب سے زیادہ چھپنے والا اور بااثر اخبار خرید لیا جائے۔ چنانچہ وہ پہنچے ایک اخبار کے پاس اور اس سے کہا کہ تمہارے شیئرز بکتے ہیں تو ہم حاضر ہیں خریدنے کے لئے۔ اتنے شیئرز خرید لئے سارا اخبار نہیں خریدا وہ بھی تاجر لوگ تھے لیکن اس کے نتیجے میں بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ان کو اکثریت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اس دن کے بعد اس اخبار نے مسلسل ان کے حق میں لکھنا شروع کیا اور ان کی خبریں دینی شروع کیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سترہ ووٹوں سے یہ جیت گئے۔ اس زمانے میں اس کا اتنا شدید ردّعمل ہوا کہ ایک ہندوستانی آ کر ہم سے یہ حرکت کر جائے، ہماری پارلیمنٹ کا ممبر، ہمارے علی الرغم بن جائے، ہمارے اخبار خرید کر۔ انہوں نے یعنی مخالف پارٹی نے، جو امیدوار تھے انہوں نے مقدمہ کیا اور کہا کہ ووٹوں

کی گنتی میں غلطی ہوئی ہے اس لئے دوبارہ گنے جائیں۔ چنانچہ عدالت نے بڑی احتیاط کے ساتھ جب دوبارہ ووٹ گنے تو ان کو سترہ کی بجائے بائیس ووٹوں کی اکثریت حاصل ہوئی۔

تو دنیا کی خاطر اپنے سیاسی مفادات کی خاطر لوگ یہ حرکتیں کرتے ہیں اور یہ جائز ہیں ان میں کوئی برائی نہیں۔ کوئی دنیا کا معقول آدمی ایسے طرز عمل پر حملہ نہیں کرسکتا۔ باقی ممالک کو چھوڑیں سعودی عرب کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ چاہے تو سارے انگلستان کے اخبار خرید لے اور اس کو پتا بھی نہ لگے کہ میری دولت میں کوئی کمی آئی ہے۔ اتنا روپیہ ہے کہ اپنے سود سے وہ ان کے اخبار خرید سکتا ہے اور اتنی رقم قائم کرسکتا ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے اقتصادی قومیں ہیں، اقتصادی مفادات کے پیچھے چلنے والی قومیں ہیں جو مرضی دوسرے محرکات ہوں اگر اقتصادی فوائد ان محرکات کے مقابل پر زیادہ اہم دکھائی دیں تو یہ لازماً اقتصادی مفادات کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔ تو سعودی عرب اگر چاہے آج بھی یہ کرسکتا ہے۔ مغربی ممالک کے بڑے بڑے اخبار خریدے اور ان میں سلمان رشدی والے کیس کے متعلق اسلام کے حملوں کا جواب شروع کرے اور دنیا کو بتائے کہ یہ سب دھوکہ بازی ہورہی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ اسلام پر نہایت ظالمانہ حملہ کیا گیا ہے اور حملے کی وہ زبان بے شک نہ شائع کی جائے لیکن جس طرح کہ میں نے بیان کیا ہے ہر اس پہلو سے جس پہلو سے انہوں نے اسلام پر حملہ کیا ہے ایک جوابی کارروائی کی جاسکتی ہے اور مؤثر جوابی کارروائی جاسکتی ہے۔

لیکن حالت یہ ہے کہ بدقسمتی سے آج عالم اسلام مختلف حصوں میں بٹا ہوا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ذات پر حملے کی غیرت بھی ان کو اکٹھا نہیں کرسکتی۔ کیونکہ ایران کے امام خمینی صاحب نے ایک غلط فتویٰ دیا اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالا جاسکتا کہ اس سارے معاملے میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا جائے لیکن ان کے معاملے میں مغرب تو ایک ایسی متحدہ کارروائی کرتا ہے کہ یورپ کے بارہ سفیر آن واحد میں واپس بلا لئے جاتے ہیں اور امریکہ ان کی پشت پناہی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور کھلم کھلا اعلان کرتا ہے، کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ اس سے عالم اسلام کے دلوں پر کیا بُرا اثر پڑے گا اور یہاں حال یہ ہے کہ کیونکہ خمینی نے یہ فتویٰ دے دیا ہے بجائے اس کے کہ فتوے کو ردّ کر کے دیگر معاملات میں ان کے ساتھ ہونے کا اعلان کرتے اور کہتے کہ تم نے اگر خمینی پر اس وجہ سے کوئی حملہ کیا

تو ہم اس معاملے میں خمینی کے ساتھ ہوں گے کیونکہ اگر سیاست کی جنگ ہے یہ تو پھر سیاسی طور پر ہماری دنیا، مسلمانوں کی دنیا سے الگ نہیں کی جاسکتی اور اگر یہ مذہبی حملہ ہے تو مذہبی طور پر ہم ویسے ہی مسلمان ہیں تم جانتے ہو۔ اسلام کی غیرت ہمیں ایسی جگہ اکٹھے کئے ہوئے ہے جہاں سے ہم کسی قیمت پر الگ نہیں کئے جاسکتے۔

مگر افسوس کہ اس معاملے میں بعض عرب ممالک نے نہایت ہی نامناسب ردّعمل کا اظہار کیا ہے۔ اس سے مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا کہ تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہے۔ ایک موقع پر شام کے شمال کی طرف سے (مجھے اب معین یاد نہیں کہ کس سرحد سے لیکن شمالی سرحد کی بات ہے) عیسائی طاقتوں نے حضرت علیؓ کی حکومت پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اس زمانے میں امیر معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان آپس میں شدید اختلافات تھے۔ اس لئے اس زمانے کی عیسائی طاقتوں نے یہ سمجھا کہ اگر ہم علیؓ کی حکومت پر حملہ کریں گے تو معاویہؓ اگر ان کے خلاف ہمارے ساتھ شامل نہ بھی ہو تب بھی ان کے حق میں کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک مسلمانوں کی شمالی سرحدوں پر مخالفانہ فوجوں کا اجتماع ہوتا رہا۔ جب امیر معاویہؓ کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے قیصر روم کے نام ایک خط لکھا اور اس خط میں لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؓ کی حکومت کو کمزور سمجھتے ہوئے تم نے علیؓ کی حکومت پر حملہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ معاویہؓ اور علیؓ کی دشمنی ہے اس لئے معاویہ اس صورت میں علی کی مدد کو نہیں آئے گا لیکن خدا کی قسم تمہارا یہ خیال جھوٹا ہے۔ یہ عالم اسلام کی غیرت کا معاملہ ہے۔ اگر تم نے اس حملے کی جرأت کی تو وہ سپاہی جو علیؓ کی طرف سے لڑنے والے ہوں گے ان میں صف اوّل پہ معاویہ کھڑا ہوگا اور معاویہ کی ساری طاقتیں علیؓ کی خدمت میں پیش کردی جائیں گی۔ (تاریخ اسلام حصّہ دوم صفحہ ۴۵، ۴۶ مصنفہ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)

یہ اتنا عظیم الشان خط تھا، اتنا اس کا رُعب طاری ہوا کہ کسی لڑائی کی نوبت نہیں آئی اور دشمن نے فیصلہ کیا کہ وہ عالم اسلام جو اپنے سیاسی مقاصد میں اور مذہبی مقاصد میں اس طرح متحد ہونے کی طاقت رکھتا ہے اس پر کوئی حملہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

آج افسوس ہے کہ تاریخ کے اس سنہری باب کو بھلایا جارہا ہے۔ آج مسلمانوں کی اندرونی دشمنیاں اس بات کی راہ میں حائل ہورہی ہیں کہ اسلام کے خلاف شدید ترین اور غلیظ

ترین حملوں کے مقابل پر بھی اکٹھے ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ پس ایک ایسی عالمی مشاورت کے بلانے کی ضرورت ہے۔ جو خواہ مکّہ یا مدینہ میں بلائی جائے یا اسلام آباد پاکستان میں بلائی جائے یا ایران میں بلائی جائے یا دنیا کے کسی اور خطے میں بلائی جائے۔ کوئی بلانے والا ہو اور کوئی وہ مقام ہو جہاں اکٹھا ہونے کی دعوت دی جائے۔ آج خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ تمام عالم اسلام لبیک لبیک کہتے ہوئے اس مقام پر اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے اکٹھا ہو جائے اور یہ فیصلہ کرے کہ کس طرح ہم نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی حرمت اور عزت کا دفاع کرنا ہے اور اس راہ میں جو بھی تعلیم قرآن کریم نے ہمیں دی ہے اس تعلیم کے اندر رہتے ہوئے دفاع کرنا ہے اس سے ایک قدم باہر نکال کر دفاع نہیں کرنا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قرآن کریم کی تعلیم نہایت جامع اور مانع ہے۔ اس رنگ میں آپ کو دفاع کی ہدایت دیتی ہے کہ دشمن نے جو ہتھیار اپنا رکھے ہیں وہ دشمن کے ہاتھ سے چھینے جائیں گے۔ جس طرح تلواروں کے مقابلے میں بعض تلوار کے دھنی اس طرح حملہ کرتے ہیں کہ دشمن کے ہاتھ کی تلوار ہاتھ سے چھنک کر گر جایا کرتی ہے۔ یہ رائے عامہ کی جو تلوار انہوں نے اٹھا رکھی ہے اگر آپ قرآنی حکمت کے دائروں میں رہتے ہوئے جوابی کارروائی کریں تو ان کے ہاتھ کی یہ تلوار جھنک کر گر جائے گی۔ آپ آج نہتے نظر آتے ہیں، قرآن کی طاقت سے یہ تلوار آپ کے ہاتھ میں تھمائی جائے گی اور دنیا کی ساری رائے عامہ کو آپ مرعوب اور مجبور کر سکتے ہیں یہ بات ماننے پر کہ اسلام مظلوم ہے اور اسلام کے خلاف جو دشمن حملہ آور ہیں ان کو ان حملوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کے اندر رہنے میں ہی ساری عالم اسلام کی طاقت ہے لیکن اسلامی تعلیم سے باہر نکل کر اور بکھر کر انفرادی طور پر وہ جوابی کارروائیاں کرنا جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہ جوابی کارروائیاں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ایسی جوابی کارروائیوں سے دشمن کو مزید اور پھر مزید اور پھر مزید طاقت ملتی چلی جائے گی اور آپ اور زیادہ دُنیا میں خود بھی بدنام ہوں گے اور اسلام کو بھی بدنام کریں گے اور قرآن کو بھی بدنام کریں گے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا بھی بدنامی کا موجب بنیں گے۔ اس لئے قرآن ایک جامع مانع کتاب ہے ایک کامل شریعت ہے۔ ایک اتمام نعمت ہے۔ اس کامل شریعت

سے ، اس اتمام نعمت سے فائدہ اٹھائیں اور قرآنی تعلیم کے حدود کے اندر رہتے ہوئے قرآنی ہتھیاروں کو ہاتھوں میں تھام کر آج اپنی غیرت کا مظاہرہ کریں۔ بعض عیسائی پادریوں نے جن میں شرافت کا بیج ہے اور شرافت کی خوبو ہے انہوں نے یہاں تک اعلان کیا ہے کہ ہم پنگوئن سیریز Panguin Series کی آئندہ کوئی کتاب بھی کبھی نہیں خریدیں گے۔ یہ ایسا گندا اور ناپاک حملہ ہے۔ اس حملے کے دفاع میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آزادئ ضمیر کے حق کو استعمال کیا گیا۔ آزادئ ضمیر کے حق کا ناجائز اور نہایت ناپاک اور بہیمانہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے آزادئ ضمیر کے حق کو تلوار سے تو نہ کاٹیں لیکن اس حق کو پامال کرنے والے کو اس طرح دنیا کے سامنے ننگا کر دیں اور اس طرح اس کی خامیوں کو اُچھال کر دنیا کے سامنے پیش کر دیں کہ بجائے اس کے کہ وہ معصوموں پر داغ لگا سکے اس کے جسم کا، اس کے دل کا، اس کی فطرت کا داغ داغ دنیا کے سامنے ننگا ہو کر باہر آ جائے۔

یہ وہ طریق ہے جس کے مطابق عالم اسلام کو جوابی کارروائی کرنی چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ احمدی جہاں جہاں بھی اثر ورسوخ رکھتے ہیں وہ ساری صورتحال کو جس طرح میں آپ کو سمجھا رہا ہوں اور کھول کھول کر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں دنیا کے سامنے کھول کر پیش کریں گے اور جہاں جہاں حکومتوں میں کسی جگہ بھی احمدیوں کا اثر اور نفوذ ہے کسی رنگ میں بعض ایسے بھی احمدی ہیں جو سعودی عرب میں بڑے ڈاکٹر ہیں، سرجن ہیں اور کیونکہ چھوٹے پاکستانی مُلّاں کی نگاہ وہاں تک نہیں اس لئے وہاں وہ کام کر رہے ہیں اور کیونکہ وہ با اخلاق ہیں اور اپنے فن میں بڑی مہارت رکھتے ہیں اس لئے تمام طاقتور شہزادے ان کی عزت کرتے ہیں۔ اس علم کے باوجود کہ وہ احمدی ہیں ان کو کوئی تکلیف نہیں۔ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کمزوروں کی جماعت ہیں جن کا کوئی اثر نہیں۔ احمدی اپنے اخلاق کی طاقت سے، اپنے کردار کی عظمت کی طاقت سے دنیا میں بہت نفوذ رکھتا ہے۔ امریکہ میں بھی بڑے بڑے لوگوں پر احمدی اپنے اخلاق اور کردار کی طاقت سے نفوذ رکھتے ہیں اور اثر رکھتے ہیں اور اسی طرح دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں میں جہاں احمدیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اس کا بھی سوواں حصہ ہو گی وہاں بھی بعض احمدی اپنی عظمت کردار کی وجہ سے ایک اثر رکھتے ہیں۔ تو اس سارے اثر کو اسلام کے حق میں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے حق میں استعمال کریں اور دنیا میں ایک شور مچا دیں وہ شور جو ان کی آوازوں کو مزید بلند کرنے کا موجب نہ بنیں بلکہ ان کی

آوازں کو اس طرح دبا دینے کا موجب بنیں کہ کسی بے غیرت کو آئندہ کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

ایک اور پہلو اس مضمون کا یہ ہے جس سے مجھے بہت تکلیف ہے کہ مسلمان علماء بھی اور بعض سیاسی لیڈر بھی جذباتیات کو اُبھار کر بعض مسلمان عوام کو جو لاعلم ہیں جن کو پتا نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ان کو گلیوں میں نکالتے ہیں اور خود اپنے ہی اہل ملک کے سپاہیوں کی گولیوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایسے واقعات اسلام آباد میں بھی ہوئے، کراچی میں بھی ہوئے، بمبئی میں بھی ہوئے، دوسرے ملکوں میں بھی ہوئے اور بہت سے مسلمان ہیں جو اس دینی غیرت کی وجہ سے شہید ہو گئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ اس قسم کے خطرناک اور بیہودہ ردّعمل کی اجازت نہیں دیتا لیکن یہ بھی درست ہے کہ جن لوگوں نے اپنی جانیں فدا کیں ہیں ان کو ان باتوں کا کوئی علم نہیں، ان کی اکثریت بالکل معصوم ہے۔ **اور صرف حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی غیرت پر حملہ ہوتے ہوئے انہوں نے زندہ رہنا پسند نہیں کیا۔ وہ گلیوں میں پلنے والے عام غریب اور مزدور لوگ تھے لیکن حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے دین کی غیرت رکھنے والے تھے۔** جب مولویوں نے ان سے یہ کہا کہ آج دین کی غیرت تمہیں بلا رہی ہے، آج محمد مصطفی ﷺ کی آواز تمہیں بلا رہی ہے۔ تو جو کچھ ان کے پاس تھا یعنی ننگی چھاتیاں وہ لے کر میدان میں نکل آئے اور گولیوں کا نشانہ بنائے گئے۔ ان کے پسماندگان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مشرقی بدنصیبی ہے، بدقسمتی ہے کہ ان کے لیڈر عوام کو اُبھارتے ہیں اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر خواہ وہ سچے ہوں یا جھوٹے یہ ان سے قربانیاں لیتے ہیں اور جب یہ قربانی کے میدان میں جانوروں کی طرح مارے جاتے ہیں اور گلیوں میں گھسیٹے جاتے ہیں ان کی اولادوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ یہ معاملہ ایسا ہے جس میں ہمارے مشترک آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عزت اور احترام کا تعلق ہے، آپؐ کی محبت اور غیرت کا تعلق ہے۔ اس لئے ہر جگہ جماعت احمدیہ کو میں ہدایت کرتا ہوں کہ جہاں جہاں ایسے لوگ شہید ہوئے ہیں جو اس نام پر شہید ہوئے ہیں اگر چہ وہ غلط تعلیم معلوم کرنے کے نتیجے میں شہید کئے گئے لیکن وہ ان کے گھروں تک پہنچیں ان کا معلوم کریں کہ ان کا کیا حال ہے، کوئی ان کا پُرسان حال ہے بھی کہ نہیں اور اگر یہ معلوم کریں کہ اقتصادی لحاظ سے ان کو امداد کی ضرورت ہے تو

جماعت فوری طور پر تحقیق کے بعد مجھے رپورٹ کرے کہ ہندوستان میں یا پاکستان میں یا دوسری جگہوں پہ کتنے ایسے مظلوم مسلمان ہیں جن کے پسماندگان کا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عاشق ایک جماعت ہے جو ضرور ان کا حال پوچھے گی اور آپؐ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے پسماندگان کو ذلیل ہونے نہیں دیا جائے گا۔ خدا ہماری وسعتیں بڑھائے اور ہم جو آنحضرت ﷺ کے احترام کی خاطر جس قربانی کا عہد کر چکے ہیں ہیں اس عہد پر پورا رہنے کی توفیق بخشے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری توفیق کو بڑھاتا رہے گا اور اپنے فضل سے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے گا کہ ان غریبوں، معصوم بچوں، ان یتیموں، بیواؤں کی خبر گیری کریں اور اپنے آقا محمد مصطفی ﷺ کے نام پر بھی ان کی خبر گیری کریں جو دنیا میں سب سے بڑھ کر یتیموں کی خبر گیری کرنے والا تھا، جو کائنات میں سب سے بڑھ کر یتیموں کا والی تھا۔ جن کا کوئی دیکھنے والا نہیں تھا ان کا ہمارا آقا محمد مصطفی ﷺ دیکھنے والا تھا۔ اس لئے آج آپ کی غیرت اور آپ کی محبت اور آپ کے عشق کا تقاضا ہے کہ وہ جنہوں نے آپؐ کی راہ میں جانیں دی ہیں اُن کے بھی دیکھنے والے ہوں اور وہی ان کے دیکھنے والے ہوں گے جو آنحضرت ﷺ سے دائمی، ازلی، اٹوٹ محبت رکھتے ہیں۔ کوئی دنیا کی طاقت اس محبت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔